اسوۂ حسنہ اور علماء کی ذمہ داریاں

پروفیسر نجیب اللہ طارق
فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدرس جامعہ سلفیہ

اللہ رب العزت نے انسانوں کی ہدایت کیلئے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور رسولوں پر کتب اور صحیفے نازل کئے۔ تاکہ انسان اللہ کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اور رسولوں کی زندگیوں کو لوگوں کیلئے نمونہ قرار دیا۔ قرآن مجید میں بطور خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ کی زندگی کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراہیم والذین معه

اور نبی آخر الزمان ﷺ کے بارہ میں ارشاد فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة ۔ ہمارے نبی جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں ان کی زندگی تمام شعبہ ہائے زندگی پہ محیط ہے۔ جامعیت اور اکملیت کے لحاظ سے بھی یکتا ہے۔ اس لحاظ سے کوئی شخص کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو اس کے لئے حضور کی زندگی سے راہ نما خطوط مہیا ہو سکتے ہیں۔ چونکہ ہمارے نبی آخری نبی ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان پہ نازل کردہ کتاب اور خود ان کے اسوۂ حسنہ کو آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ قرار دیا اور پھر جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب اور نبی مکرم ﷺ کی زندگی کے افعال و اقوال کو یاد کرتے ہیں۔ اور دوسروں تک پہنچاتے ہیں ان کو نبی علیہ السلام نے اپنا وارث قرار دیا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

ہمارے نبی جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں ان کی زندگی تمام شعبہ ہائے زندگی پہ محیط ہے۔ جامعیت اور اکملیت کے لحاظ سے بھی یکتا ہے۔ اس لحاظ سے کوئی شخص کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو اس کے لئے حضور کی زندگی سے راہ نما خطوط مہیا ہو سکتے ہیں

العلماء ورثة الانبیاء اس لحاظ سے علماء انبیاء کے وارث ٹھہرے۔ لہٰذا علماء کیلئے ضروری ہے کہ حضور کے اسوہ حسنہ پہ زیادہ سختی سے عمل کریں موجودہ دور میں اگر علماء اسوہ حسنہ پر مزید سختی سے عمل پیرا ہوں تو دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو سکتا ہے اس سلسلہ میں علماء کی ذمہ داریاں اور زیادہ ہو گئی ہیں۔ مگر افسوس علماء میں عوام کی طرح تساہل و مداہنت آ گئی ہے۔

انبیاء اور رسل کی زندگیوں کا عملی پہلو سب سے نمایاں ہوتا ہے۔ یعنی جس چیز کی طرف وہ دعوت عمل دیتے ہیں سب سے پہلے وہ خود اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یعنی قول و عمل کی ہم آہنگی ہے اور اسی کو نبیوں نے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اسی چیز کو عوام کے سامنے پیش کیا:

وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنه ان ارید الا الاصلاح مااستطعت

اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں ایک کام سے منع کروں پھر خود اس کو کرنے لگوں میں تو حسب استطاعت تمہاری اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرح نبی علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کریں تو آپ کی زندگی کا عملی پہلو تبلیغ اسلام کا سب سے بڑا ہتھیار نظر آتا ہے۔ چنانچہ علماء کے مواعظ اور تقاریر اس وقت تک کارآمد نہیں ہو سکتے جب تک ان کے اعمال ان کے اقوال کے مطابق نہ ہوں۔

اس سلسلہ میں نبی علیہ السلام کی زندگی کی سادگی اورتقویٰ ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے۔ بلکہ اگر ہم نبی علیہ السلام کی زندگی اور اپنی اور علماء کی رنگینیوں کا محاسبہ کریں تو ہمیں بعد المشرقین نظر آئے گا۔ اس سلسلہ میں امانت وصداقت وہ صفات ہیں جو آج عنقا ہورہی ہیں۔ دنیادار اور مادہ پرست لوگوں کی زندگیوں میں تو یہ عنقا تھا ہی اب علماء بھی ان صفات سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہماری تقاریر اور خطابات بے اثر ہورہے ہیں عوام الناس اور خاص کر علماء کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

دوسری اہم بات جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ قرآن وحدیث کی تعلیم کا اہتمام جہاں تک مدارس جامعات دینیہ کا تعلق ہے علماء کسی نہ کسی حد تک یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مگر محلوں کی مساجد کی اور دیگر اداروں یا دیہات میں عوامی سطح پہ کام کا تعلق ہے۔ یہ تقریبا مفقود ہوتا جارہا ہے۔ علماء مختلف جلسوں، کانفرنسوں میں موجود ہوں تو یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ مگر مساجد اور دیگر اداروں میں پہنچ کر باقاعدہ قرآن کے ترجمہ اورتفسیر کے اسباق شروع کرنے میں بہت سستی کی جارہی ہے۔ آخر علماء مساجد میں پانچ وقت نماز تو ادا کرتے ہیں تو پھر وہاں تعلیم وتربیت اور ترجمہ وتفسیر کی کلاس کیوں شروع نہیں کرتے۔

محترم علماء کرام اگر آپ باقاعدہ کسی نہ کسی مسجد ادارے یا محلے میں قرآن وحدیث کی کلاسیں شروع نہیں کررہے تو آپ اللہ کے ہاں جواب دہ ہیں۔ کیا ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ پانچ گھنٹے پڑھالیا اور بس۔ اور ہم جس ہستی کی جانشینی کا دعویٰ کرتے ہیں کیا وہ بھی صرف پانچ گھنٹے پڑھا کر اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوجاتے تھے یا پھر ہم صرف اس مسجد میں درس دینے جاتے ہیں جہاں کی انتظامیہ ہمیں باقاعدہ بلائے کہ جناب حضرت صاحب فلاں تاریخ کو آپ کا درس ہے۔ کیا نبی علیہ السلام کی تبلیغ وتعلیم اور تربیت کا انداز یہی تھا یا آپ بنات خود بغیر بلائے مختلف مقامات پہ جا کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ان ان مقامات پر بھی جاتے تھے جہاں آپ کے ساتھ انتہائی برا سلوک بھی ہوتا تھا ہم تو حکمت و دانائی کی آڑ میں رش اور بھیڑ کے مقامات پر تبلیغ نہیں کرتے کہ یہاں لوگ خرید و فروخت یا دیگر کاموں میں مشغول ہیں۔ ہماری کون سنے گا۔ ویسے بھی شرم آتی ہے اور ہمیں اچھا بھی نہیں لگتا۔ جبکہ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی علیہ السلام میلوں، سڑکوں، منڈیوں، بازاروں اور گلیوں میں بھی تبلیغ کرتے تھے۔ مگر آپ ﷺ انتہائی وضع دار اور شرمیلے ہونے کے باوجود بھی یہ سب کچھ کرتے تھے۔

دوسری اہم بات، جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ موقع ومحل کے مطابق گفتگو کرنا ہے۔ شادی کے موقعہ پر نبی علیہ السلام بچیوں کے اشعار سن کر انکی اصلاح فرماتے ہیں۔ اور جنازہ میں اپنے آنسوؤں کے گرنے کی وجہ رحمت قرار دیتے ہیں۔ لوگوں کی محافل میں موقع کے مطابق گفتگو کرنی چاہئے اور علماء کو سوچنا چاہئے کہ جس مجمع میں بات کرنے جارہا ہوں وہ مجھ سے کیا سننا چاہتے ہیں اور مجھے کیا سنانا چاہئے۔

میں دبئی میں ایک دفعہ حبیب بینک گیا وہاں ایک موصوف صاحب فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر زور دار مدلل انداز میں گفتگو فرمارہے تھے۔ ان کا موقف سوفیصد درست تھا جس سے وہ بحث کررہے تھے وہ بھی یہی بحث کررہا تھا مگر بینک میں موجود دوسرے احباب ہنس رہے تھے۔ مولانا کو چاہئے تھا کہ ان کو مسجد میں لیجاتے یا اپنے یا اسکے گھر میں چلے جاتے یہ ایک معمول کا واقعہ ہے مگر اس سے بعض علماء کی کوتاہ اندیشی واضح ہوتی ہے۔

اس مقام پہ علماء سے ایک درخواست کرنی ہے کہ بعض اصلاحات مدارس کتب دینیہ میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں جبکہ عوام الناس کو انکا بالکل علم نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان اصطلاحات کو سہل الفاظ میں بیان کرنے سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ مشکل اور ثقیل الفاظ سے ہمارے علم اور وسعت مطالعہ کا تو چرچا ہوسکتا ہے بلکہ ہماری دھاک بیٹھ سکتی ہے مگر یاد رہے یہ اثر پذیری سے خالی ہوگی۔ صحیح بخاری کا سبق جس میں صرف آخری کلاس کے طلباء ہوں چلو وہاں تو معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، مرجئہ کا تذکرہ فائدہ مند ہوگا یا لفظ قسطاس کی لغوی تشریح یا وزن اعمال کی علمی تشریح طلباء کیلئے تو بیان ہونی چاہئے مگر جب اختتام صحیح بخاری کا عوامی پروگرام ہو اس میں علم کلام اور لغوی تشریح بھلا کس کام کی؟

اسی طرح خالص علمی موضوعات پہ خطبات جمعہ دینا اس سے صرف اور صرف عوام الناس کے ذہن پریشان ہوسکتے ہیں وہ ان مسائل کو سمجھ نہیں سکتے۔